ٹیلیفون نمبر ۷ — رجسٹرڈ نمبر ایل ۵۳۵

اِنَّ الفضلَ بیدِ اللّٰہِ یُؤتیہِ مَن یشاء ۔ عسٰی اَن یبعثک ربک مقاماً محمودا

خطبہ نمبر

الفضل قادیان

ایڈیٹر رحمت اللہ خان شاکر — یوم یک شنبہ

جلد ۳۱ | ۲۸ ماہ تبلیغ ۱۳۲۲ ہش | ۲۳ ماہ صفر ۱۳۶۲ ھ | ۲۸ ماہ فروری ۱۹۴۳ء | نمبر ۵۱

مدینۃ المسیح

قادیان ۲۷ ؍ تبلیغ ۱۳۲۲ ہش کل خطبہ جمعہ حضرت مولوی شیر علی صاحب نے پڑھا جسمیں بتایا کہ انبیاء کا سب سے بڑا معجزہ خدائی سے مؤید ہونا ہے۔ اور اس کے علاوہ خدا انبیاءؑ کو نشانات بھی دیتا ہے۔ اس سلسلہ میں آپ نے گذشتہ انبیاءؑ کے نشانات محدود زمانہ اور علاقہ کیلئے تھے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم اور حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے نشانات کی فضیلت اور پیشگوئیوں کے اصول بیان فرمائے۔

حضرت ام المؤمنین اطال اللہ بقاءہا کی طبیعت تا حال نزلہ اور آنکھوں میں درد کیوجہ سے علیل ہے۔ دعائے صحت کی جائے۔

جناب مرزا محمد شفیع صاحب کی آنکھ کا اپریشن ہو گیا ہے۔ احباب دعائے صحت کریں۔

سیدہ ام طاہر احمد صاحب نے فرمایا ہے کہ سیدہ رضیہ بیگم صاحبہ اہلیہ سید عبد الجلیل صاحب بیمار ہیں احباب انکی صحت کیلئے دعا کریں۔

کل بعد نماز جمعہ مسجد اقصٰے میں اطفال احمدیہ قادیان کا ماہانہ جلسہ ہوا۔ جسمیں جناب حافظ صوفی غلام محمد صاحب بی اے نے بچوں کو نصائح کیں

خطبہ جمعہ

ترکی وفد اور ہندوستانی پریس کے نمائندوں کے درمیان سوال و جواب

اسلام کی نئی اور مضبوط دیواریں کھڑی کیجا رہی ہیں

از حضرت امیر المؤمنین خلیفۃ المسیح الثانی ایدہ اللہ بنصرہ العزیز

فرمودہ ۵ ماہ تبلیغ ۱۳۲۲ ہش مطابق ۵ فروری ۱۹۴۳ء

مرتبہ مولوی محمد یعقوب صاحب مولوی فاضل

سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:۔

اس ہفتہ میں ایک ایسا واقعہ ہوا ہے جس نے

ہندوستان میں ایک ہیجان

پیدا کر دیا ہے۔ اور وہ واقعہ وہ سوال و جواب ہیں جو ترکی وفد اور ہندوستانی پریس کے نمائندوں کے درمیان لاہور میں ہوئے۔ ترکی وفد نے جو جوابات دیئے ہیں یا جن جوابات کے متعلق بیان کیا جاتا ہے کہ انہوں نے دیئے ہیں وہ ایک طرف تو اسلام کے دشمنوں کیلئے خوشی کا موجب ہوئے ہیں اور دوسری طرف مسلمانوں کے ایک حصہ کیلئے افسوس اور دوسرے حصہ کیلئے پریشانی کا موجب ہوئے ہیں۔ ہندو اخبارات نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ترک اسلام سے بیزار ہیں اور دوسرے یہ کہ ہندوستان کے مسلمانوں کی سیاست سے ان کو اختلاف ہے جہاں تک

سیاست کا تعلق

ہے ہمیں اس سے کوئی زیادہ دلچسپی نہیں۔ کیونکہ ہمارے نزدیک سیاسیات میں جس رنگ میں اسوقت حصہ لیا جا رہا ہے۔ خواہ ہندوؤں کی طرف سے ہو اور خواہ مسلمانوں کی طرف سے۔ خواہ ہندوستان کے لوگوں کی طرف سے ہو اور خواہ ہندوستان سے باہر رہنے والے لوگوں کی طرف سے۔ وہ

سب کا سب غیر معقول اور خطرناک

ہے۔ اگر سیاست دنیا میں کوئی مفید چیز ثابت ہونا چاہتی ہے تو ضروری ہے کہ سیاسی لوگ سیاست میں بھی اخلاق کا اتنا ہی حصہ تسلیم کریں جتنا کہ انفرادی زندگی میں اس کا حصہ تسلیم کرتے ہیں۔ میں نے تسلیم کے یہ الفاظ اس لئے استعمال کئے ہیں۔ کہ اس زمانہ میں گو انفرادی زندگی میں بھی لوگ اخلاق کا اتنا خیال نہیں رکھتے جتنا خیال انہیں رکھنا چاہئے۔ مگر کم سے کم منہ سے ضرور تسلیم کرتے ہیں۔ کہ ہماری شخصی زندگی پر اخلاق کی حکومت ہے لیکن جب ایک طرف وہ انفرادیت کی حالت میں اعلیٰ اخلاق کی ضرورت کو تسلیم کرتے اور انہیں جامۂ عمل پہنانے کی حتی الامکان کوشش کرتے ہیں وہاں دوسری طرف علی الاعلان علمی بحثوں میں بھی اور عملی حالتوں میں بھی تمام سیاسی لوگ

اعلیٰ اخلاق کو بالائے طاق

رکھ دیتے ہیں۔ حالانکہ جس طرح ایک شخص اپنی فردی زندگی میں اخلاق کی حکومت کو تسلیم کرتا ہے اسی طرح اگر سیاسیات میں بھی اعلیٰ اخلاق کو اپنے اوپر حاکم قرار دیا جائے تو بہت سے جھگڑے اور فسادات جو آج نظر آتے ہیں بالکل دور ہو جائیں۔ مگر مشکل یہ ہے کہ جن باتوں کو فرد اپنی شخصی زندگی میں ناجائز قرار دیتا ہے انہی باتوں کو سیاستدان اپنے سیاسی کاموں میں جائز سمجھتے ہیں۔ یہ روزمرہ کے فسادات جو ملک میں دکھائی دیتے ہیں۔ کہ کہیں گاؤکشی پر جھگڑا ہو جاتا ہے کہیں مسجد کے سامنے باجا بجانے پر کشت و خون شروع ہو جاتا ہے۔ یہ زندہ مثالیں ہیں اس بات کی کہ کس طرح ایک دوسرے کے حقوق کو ہمارے ملک میں پامال کیا جاتا ہے۔ ان

تمام جھگڑوں اور مناقشات کی اصل وجہ

یہی ہے کہ عام طور پر یہ سمجھا جاتا ہے کہ قوم کی ترقی کیلئے اگر جھوٹ بول لیا جائے یا فساد برپا کر دیا جائے یا قتل و غارت کا ارتکاب کر لیا جائے تو یہ بالکل جائز ہوتا ہے۔ حالانکہ جس طرح ایک فرد کیلئے یہ جائز نہیں کہ وہ کسی دوسرے کو مارے یا اسکے حقوق کو تلف کرے۔ اسیطرح کسی قوم کیلئے بھی یہ جائز نہیں کہ وہ اپنی ترقی کیلئے دوسروں کو مارے یا ان کے حقوق کو تلف کرے۔ جسطرح ایک فرد کو یہ حق حاصل نہیں کہ اگر اس پر کسی نے ظلم کیا ہو تو وہ ظالم کو اس ظلم کی خود ہی سزا دینی شروع کر دے۔ اگر کوئی قاتل ہو تو اسے قتل کر دے یا چور ہو تو اسے اپنے ملک کے دستور اور قانون کے مطابق سزا دے۔ اسیطرح ایک قوم کو بھی یہ حق حاصل نہیں۔ کہ اگر اس پر ظلم کیا جائے تو اس ظلم کے ازالہ کیلئے جو قانونی علاج مقرر ہو اس کو ترک کرکے

ظالم کو خود ہی سزا

دینی شروع کر دے۔ مگر دیکھا یہی جاتا ہے کہ دھینگا مشتی سے۔ زور سے۔ آپ ہی آپ بغیر اسکے کہ قانونی طور پر جھگڑوں کا تصفیہ کرایا جائے اپنے حقوق کو حاصل کرنے کیلئے ایسی جدوجہد کیجاتی ہے۔ جو شرعاً اور اخلاقاً جائز نہیں ہوتی۔ حالانکہ

اخلاق کی پابندی فرد اور قوم دونوں کیلئے ضروری ہے

جس طرح ایک فرد کیلئے یہ جائز نہیں ہے۔ کہ اگر زید نے اس کے باپ کو مارا ہو تو وہ خود ہی اٹھ کر زید کو قتل کر دے یا زید کے علاوہ اس کے رشتہ داروں کو بھی جوش انتقام میں قتل کرنا شروع کر دے۔ اسی طرح ایک قوم کے لئے بھی یہ جائز نہیں ہے کہ اگر اس پر حملہ ہو تو وہ جوش عداوت میں اخلاق کو نظر انداز کر دے۔ اور حملہ آور کی قوم کے لوگوں کو قتل کرنا شروع کر دے مگر ہم دنیا میں روزانہ دیکھتے ہیں کہ اگر کسی قومی مناقشہ کی بناء پر کسی مسلمان کے ہاتھ سے کوئی ہندو مارا جاتا ہے۔ تو اس محلہ میں جو بھی مسلمان گذرتا دکھائی دے اسے ہندو مارنا شروع کر دیتے ہیں۔ اسی طرح اگر کسی ہندو کے ہاتھ سے کوئی مسلمان ایسے موقعہ پر مارا جائے تو ان کے محلہ میں سے جو ہندو بھی گذر رہا ہو اس پر حملہ کر دیتے ہیں۔ مگر سوال یہ ہے۔ کہ کیا

یہی قانون افراد کے متعلق

نافذ کیا جا سکتا ہے اور کیا افراد کو اس بات کی اجازت دیجا سکتی ہے۔ کہ اگر ان میں سے کسی فرد کو دوسری قوم کا کوئی شخص مار دے تو انہیں اس بات کا حق حاصل ہے۔ کہ اس قوم کا انہیں جو شخص بھی دکھائی دے اسے قتل کر دیں۔ اگر افراد کو اس بات کی اجازت نہیں دی جا سکتی۔ تو قوم کو اس بات کی اجازت کس طرح حاصل ہو سکتی ہے۔ اور اگر

افراد اخلاق کے پابند

ہیں تو قوم کیوں اخلاق کی پابند نہیں سمجھی جا سکتی۔ مگر باوجود اس کے کہ اخلاق کی جس طرح فردی زندگی میں ضرورت ہے اسی طرح قومی زندگی بھی اخلاق کے بغیر درست نہیں ہو سکتی۔ سیاسیات میں اس بات کو نظر انداز کر دیا جاتا ہے۔ اور صراحتاً اپنے مفاد کے لئے جھوٹ بولا جاتا ہے۔ جنگیں ہوتی ہیں تو ایسی ایسی خبریں ایک دوسرے کے متعلق شائع کیجاتی ہیں جن میں ذرا بھی اصلیت نہیں ہوتی۔ ہم ہندوستان میں رہتے ہیں اور ہم جانتے ہیں کہ یہاں کی کیا حالت ہے۔ ملک میں فسادات ہو رہے ہیں یا نہیں ہو رہے۔ مگر حالت یہ ہے کہ ہم جب اپنے آپکو بالکل امن میں دیکھ رہے ہوتے ہیں اسوقت دشمن اس قسم کی خبریں پھیلا رہا ہوتا ہے کہ

ہندوستان میں بڑے بھاری فسادات

ہو رہے ہیں۔ میں نے خود ایکدفعہ جرمن ریڈیو کو یہ اعلان کرتے سنا کہ آجکل ہندوستان میں سخت فسادات برپا ہیں اور گورنمنٹ کے خلاف لوگ بغاوت کر رہے ہیں۔ اب یہ ایک صریح جھوٹ تھا جو جرمن ریڈیو پہ بولا جا رہا تھا۔ مگر باوجود اسکے کہ یہ کھلا اور بیّن جھوٹ تھا۔ جرمن ریڈیو پر بولنے والا اور جرمن حکومت دونوں یہ سمجھتے تھے۔ کہ یہ

ہے تو جھوٹ مگر سچ سے زیادہ قیمتی

ہے۔ کیونکہ اس سے ان کی قوم کو فائدہ پہنچتا ہے۔ یہ اس وقت کی بات ہے جبکہ ابھی گاندھی جی پکڑے نہیں گئے تھے۔ اور ملک میں فسادات شروع نہیں ہوئے تھے۔ میں یہ نہیں کہتا۔ کہ صرف جرمن والے ایسا کرتے ہیں۔ مقابل کی حکومتیں بھی ایسا ہی کرتی ہیں۔ نہ میں اس سے انگریزوں اور امریکنوں کو بَری سمجھتا ہوں۔ نہ جرمنوں اور اطالویوں کو بَری خیال کرتا ہوں۔ یہ ساری قومیں سیاسیات میں اخلاق کو نظر انداز کر دیتی ہیں۔ اور سمجھتی ہیں کہ اگر کسی خبر سے ملک کو فائدہ پہنچتا ہو تو گو وہ غلط ہی ہو اسے بیان کر دینے میں کوئی حرج نہیں ہوتا لیکن دنیا میں کبھی امن قائم نہیں ہو سکتا جبتک اس رویہ کو نہ بدلا جائے۔ دنیا میں

امن کے قیام کا ذریعہ

صرف ایک ہی ہے۔ اور وہ یہ کہ ہم اپنے سامنے چند اصول رکھیں جو بالکل صحیح اور درست ہوں اور پھر اپنی قومی اخلاقی اور فردی زندگی کو ان اصول کے

[illegible] ہر شخص جتنا ہو کر دوسرے لوگ قاعدۂ اخلاق کے پابند ہیں اور وہ ان اصول کو کبھی نظر انداز نہیں کریں گے جو اس غرض کے لئے مقرر ہیں تو دشمن کے ملک میں بھی رہکر اس کا دل مطمئن ہوگا اور وہ سمجھیگا کہ یہ لوگ مجھ پر کوئی جھوٹا الزام نہیں لگا سکتے لیکن اگر ہر شخص اپنے دل میں ڈر رہا ہو کہ گو میں نے کوئی جرم نہ کیا ہو لیکن چونکہ میں فلاں ملک میں رہتا ہوں جو میرے ملک کا دشمن ہے یا فلاں قوم کے درمیان آبسا ہوں جو میری قوم کی دشمن ہے۔ اس لئے مجھ پر

ہر قسم کے جرم کا الزام

لگایا جا سکتا ہے۔ تاکہ مجھے نقصان پہنچے۔ تو اس صورت میں امن کہاں حاصل ہو سکتا ہے۔ اور کیونکر کہا جا سکتا ہے کہ دنیا مہذب و متمدن ہو گئی ہے۔

غرض سیاسی لحاظ سے ہمیں ساری دنیا سے اختلاف ہے کسی سے کم اور کسی سے زیادہ کیونکہ ہم جانتے ہیں کہ بعض زیادہ ظلم کرتے ہیں اور بعض کم ظلم کرتے ہیں لیکن بہرحال ابھی سیاست اور قانون پر اخلاق کو حاوی کر لینے کا دستور ہم نے اس وقت تک کسی قوم میں نہیں دیکھا۔ باقی رہا مذہب۔ سو مذہب کے معاملہ میں انہوں نے جو کچھ کہا یا جو کچھ ان کے متعلق کہا جاتا ہے میرے نزدیک اس میں

کچھ غلط فہمیاں ہیں اور کچھ غلطیاں

مثلاً کہا گیا ہے کہ ترکی وفد نے اس سوال کے جواب میں کہ آپ پہلے مسلمان ہیں یا ترک یا پہلے ترک ہیں اور پھر مسلمان۔ یہ کہا کہ ہم پہلے ترک ہیں اور بعد میں مسلمان ہیں۔ اسکے متعلق ہندو اخبارات نے بھی اور مسلمان اخبارات نے بھی اپنے اپنے خیالات ظاہر کئے ہیں۔ ہندو خوش ہیں کہ ترکوں نے فیصلہ کر دیا کہ قومیت پہلے ہے اور مذہب بعد میں۔ اسیطرح ہندوستان میں قومیت کو مقدم رکھنا چاہئے اور مذہب کو موخر سمجھنا چاہئے۔ اور بعض نے اس سے یہ نتیجہ نکالا ہے کہ ترک مذہب سے بیزار ہیں میرے نزدیک

اس جواب کے سمجھنے میں کچھ غلط فہمی

ہوئی ہے اور اگر ترکی وفد سے دوبارہ پوچھ لیا جائے تو میں سمجھتا ہوں کہ وہ بھی اس خیال کا اظہار کریگا کہ انکا جواب سمجھنے میں ہندوستان کے لوگوں سے غلطی ہوئی ہے حقیقت یہ ہے کہ بعض محاورے ایسے ہوتے ہیں جو خاص خاص ملکوں سے تعلق رکھتے ہیں۔ وہ محاورے ان ممالک کے رہنے والے لوگ تو سمجھتے ہیں۔ لیکن انہی محاوروں کو اگر دوسرے ممالک کے لوگوں کے سامنے پیش کیا جائے تو وہ ان کو نہیں سمجھ سکتے جس طرح ہر زبان میں بعض محاورے پائے جاتے ہیں۔ اسیطرح بعض قوموں میں یہ دستور اور رواج پڑ جاتا ہے کہ وہ خاص قسم کے محاورات استعمال کرتے اور ان سے خاص مفہوم مراد لیتے ہیں۔ یہ جو محاورہ ہے کہ میں پہلے کیا ہوں اور بعد میں کیا ہوں یہ

ہندوستان میں یہاں کی ضرورتوں کی وجہ سے ایجاد

کر لیا گیا ہے۔ بیرونی ملکوں میں یہ محاورہ نہیں پایا جاتا اور اس محاورے کا کہ میں پہلے ہندوستانی ہوں اور بعد میں ہندو یا [illegible] ہندوستانی ہوں اور بعد میں مسلمان۔ مطلب یہ ہوتا ہے کہ اگر یہ دونوں چیزیں آپس میں ٹکرا جائیں۔ تو پھر ہم کس کے پیچھے چلیں گے۔ جو لوگ مذہب کے دلدادہ ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ اگر مذہب اور سیاست آپسمیں ٹکرا جائے تو ہم مذہب کے پیچھے چلینگے اور جو لوگ سیاسیات کے دلدادہ ہوتے ہیں وہ کہتے ہیں کہ مذہب کا سیاست کیساتھ کیا تعلق؟ اول تو ان دونوں کو ٹکرانا نہیں چاہئے لیکن اگر ٹکرا جائیں تو ہم سیاسی عقیدہ کو مذہب پر مقدم رکھیں گے۔ مگر

اس قسم کا جھگڑا اور فساد

اور کہیں نہیں۔ ہندوستان میں چونکہ مختلف مذاہب پائے جاتے ہیں اور لوگ آپسمیں مذہبی اختلاف کی وجہ سے لڑتے جھگڑتے ہیں اسلئے ہندوستان میں یہ محاورہ نظر آتا ہے کہ ہم پہلے کیا ہو اور بعد میں کیا ہو۔ بہرحال جب یہ الفاظ استعمال کئے جائیں گے تو ہندوستان میں اسکے اور معنے لئے جائینگے اور بیرونی آدمی اس کا اور مفہوم لیگا۔ وہ اگر کہیگا کہ میں پہلے ترک ہوں اور پھر مسلمان تو اس کا مقصد ان الفاظ سے صرف اتنا ہی ہوگا کہ اگر کوئی غیر ملکی جھگڑا صرف مذہب کی بنیاد پر بنانے کا سوال ہو تو پھر میں اس کا حامی ہو نگا یا نہیں یعنی اگر

سارے مسلمان بلحاظ مسلمان ہونیکے

قطع نظر اس سے کہ سیاسی لحاظ سے ان میں کسقدر اختلافات ہوں آپسمیں اشتراک کرنا چاہیں تو کیا میں [illegible] اپنے ملک کے مسلمانوں کے مفاد کا خیال رکھونگا یا ان کے مفاد کو قربان کرتا ہوا باہر کے مسلمانوں سے اشتراک عمل کر لونگا۔ یہی احساس عیسائیوں میں بھی رہا ہے۔ چنانچہ کروسیڈز (Crusades) یعنی صلیبی جنگیں اسی خیال کی بناء پر ہوئی ہیں۔ پس میرے نزدیک جب ترکوں سے یہ پوچھا گیا کہ آپ پہلے مسلمان ہیں یا ترک اور اس کا جواب انہوں نے یہ دیا کہ ہم پہلے ترک ہیں اور پھر مسلمان تو اسکا مفہوم محض یہ تھا کہ ہمیں باقی مسلمان قوموں سے بیشک ہمدردی ہے لیکن اگر ہم کسی وقت دیکھینگے کہ ہماری قوم کو نقصان پہنچنے والا ہے تو اس وقت

ہم اپنی جان پہلے بچائیں گے

اور دوسروں کا فکر بعد میں کرینگے۔ یہ مطلب نہیں کہ ہم ترکی نسل کو مقدم کرینگے اسلام کو مقدم نہیں کرینگے۔ کیونکہ وہاں تو کوئی اختلاف ہے ہی نہیں سب لوگ مسلمان ہیں۔ یہ اختلاف تو ہندوستان میں ہی پایا جاتا ہے کیونکہ یہاں مختلف مذاہب کے لوگ پائے جاتے ہیں۔ ترک تو سب کے سب مسلمان کہلاتے ہیں ان کا سوال ان معنوں کیطرف جا ہی کس طرح سکتا ہے کہ ہم قومیت کو مقدم کرینگے اور مذہب کو موخر کرینگے۔ پس

ان کا جواب سیاسی جواب ہے

اور یہ سیاسی جواب نیا تو نہیں جب ابھی خلافت قائم تھی اسوقت بھی انکی طرف سے یہی بات پیش کیجاتی تھی اور آج بھی یہی بات پیش کیجاتی ہے۔ یہ عادت تو صرف [illegible] میں دخل دینے کیلئے تیار ہو جاتے ہیں جبکا اپنا کوئی گھر نہ ہو وہ ہر گھر کو اپنا گھر سمجھنے لگ جاتا ہے۔ چونکہ ہندوستانیوں کا اپنا کوئی گھر نہیں اسلئے وہ ہر گھر کو اپنا گھر خیال کرنے لگ جاتے ہیں۔ ترک کسی مشکل میں مبتلا ہوں تو ترکی کے لوگ تو اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے ہونگے مگر ایک

ہندوستانی مُلّا یا سیاسی لیڈر

کے منہ میں انکی حمایت میں تقریریں کرتے ہوئے جھاگ آ رہی ہوگی۔ عرب کسی ابتلاء میں آئیں تو وہ تو اپنے گھروں میں آرام سے بیٹھے روٹی کھا رہے ہونگے اور ہندوستان کے مولوی سٹیج پر کود رہے ہونگے کہ عرب کے لوگ بڑی مصیبت میں مبتلا ہیں انکی مدد کیجائے۔ یہی حال مصریوں کا ہے۔ مصری اس بات پر غور کر رہے ہوتے ہیں کہ انگریزوں سے سمجھوتہ کرلیں اور ہندوستانی مولوی جسکے پاس تلوار چھوڑ ایک کوڑا تک نہیں ہوتا وہ سٹیج پر ناچ رہا ہوتا ہے۔ اور کہتا ہے ہم اس معاملہ میں کسی صورت میں انگریزوں سے سمجھوتہ نہیں کر سکتے۔ نحاس پاشا غور کر رہا ہوتا ہے کہ وہ کس طرح سمجھوتہ کرے اور لاہور کا ایک مولوی جسکا ان امور سے نہ کوئی واسطہ ہوتا ہے نہ تعلق اور جسے کوئی پوچھتا بھی نہیں وہ یونہی کودتا پھرتا ہے اور کہتا ہے سمجھوتہ ہرگز نہیں ہوگا تو یہ صرف ہندوستان ہی ہے جس نے

اپنے اوپر ساری دنیا کی ذمہ واری

سمجھ رکھی ہے۔ باقی ممالک کی یہ حالت نہیں۔ وہ اپنے حالات کو دیکھتے غور کرتے اور ان سے نتیجہ اخذ کرتے ہیں اور پھر جیسا موقعہ ہو ویسا ہی کرتے ہیں۔ مگر ہندوستان کا بے اصولا لیڈر یہ سمجھتا ہے کہ دنیا میں کوئی کام اسکے بغیر نہیں ہو سکتا۔ صلح اسکے بغیر نہیں ہو سکتی۔ سمجھوتہ اسکے بغیر نہیں ہو سکتا۔ امن اسکے بغیر قائم نہیں ہو سکتا۔ ترقی اسکے بغیر حاصل نہیں ہو سکتی۔ وہ مولوی اپنی رائے کو درست سمجھتا اور اپنے

بے اصولے پن کو صحیح طریق عمل

قرار دیتا ہے۔ حالانکہ نہ اسے کوئی اہمیت حاصل ہوتی ہے نہ اسے دشمن کے پاس جانا ہوتا ہے نہ اسے لڑائی کرنی ہوتی ہے اور نہ ہی اسے کوئی پوچھتا ہے۔ مگر وہ گھر بیٹھے ہوئے اپنی رائے کو درست قرار دے رہا ہوتا ہے۔ ترک بلغاریوں سے لڑتے ہیں اور پھر آپسمیں صلح کی شرائط طے کرتے ہیں مگر یہ ہندوستانی گھر بیٹھے شور مچاتے چلے جائینگے کہ ہم بلغاریوں کو مار ڈالینگے۔ انہیں پیس ڈالینگے اور کبھی ان سے صلح نہیں کرینگے۔ حالانکہ یہ اپنے گھر میں بیٹھا ہوا ہوتا ہے۔ اور یہ دشمن پر تلوار اور گولی تو کجا مٹی کی ایک مٹھی بھی نہیں پھینک سکتا۔ مگر

شور مچانے میں سب سے آگے

ہوتا ہے۔ اسکے مقابلہ میں ترکوں کی یہ حالت ہے کہ جب ہندوستان میں غدر ہوا تو کہا جاتا ہے کہ انہوں نے انگریزی فوج کو اپنے علاقہ میں سے گذرنے کی اجازت دینے پر آمادگی ظاہر کر دی اور اس بات کی ذرا بھی پرواہ نہ کی کہ یہ فوج ایک مسلمان ہندوستانی حکومت کے مقابلہ کیلئے جائیگی۔ انہوں نے انگریزوں کو لکھا کہ اگر انگریزی فوج کیپ ٹاؤن سے دیر میں پہنچیگی تو ہم اس [illegible] فوج کے گذرنے کیلئے اپنے ملک سے رستہ دینے کیلئے تیار ہیں اسی طرح فلسطین اور شام میں مسلمانوں سے جو کچھ ہوتا ہے ترکوں کو اس کا ذرا بھی احساس نہیں ہوتا۔ ہندوستان میں چندے بھی ہوتے ہیں۔ لیکچر بھی ہوتے ہیں۔ اخباروں میں مضامین بھی لکھے جاتے ہیں مگر ترک جو ان کے ہمسایہ میں انکو کچھ بھی احساس نہیں ہوتا۔ ممکن ہے ان کے

دلوں میں کبھی ہمدردی کا کچھ جذبہ

بھی پیدا ہوتا ہو اور وہ کہدیتے ہوں کہ ہمیں ان تکالیف میں فلاں فلاں علاقہ کے مسلمانوں سے ہمدردی ہے۔ مگر وہ جوش و خروش جو ہندوستان میں پایا جاتا ہے وہ ان میں نظر نہیں آتا تو یہ کوئی نئی بات نہیں ترک ہمیشہ سے ایسا کرتے چلے آئے ہیں۔ اسلئے انکا یہ جواب تعجب کا باعث نہیں ہو سکتا۔ یہ سوال کہ سیاسی طور پر یہ ہونا کیا چاہئے رہیں اسوقت اس میں نہیں پڑتا اسی طرح یہ سوال کہ اسلامی نقطۂ نگاہ سے کیا ہونا چاہئے رہیں اسکو بھی نہیں چھیڑتا۔ کیونکہ یہ باتیں موجودہ ماحول کو مدنظر رکھتے ہوئے کوئی اہمیت نہیں رکھتیں۔ مثلاً

اسلامی نقطۂ نگاہ

یہ ہے کہ دنیا کے تمام مسلمان ایک ہاتھ پر جمع ہوں۔ جب وہ ایک ہاتھ پر جمع ہونگے تو ایک دوسرے کی مدد کا سوال ہی پیدا نہیں ہوگا۔ اب تو یہ حالت ہے کہ مصر کے مسلمان الگ ہیں۔ شام کے الگ ہیں۔ فلسطین کے الگ ہیں۔ عرب کے الگ ہیں۔ ایران کے الگ ہیں۔ افغانستان کے الگ ہیں اور جب کسی جگہ کے مسلمانوں کو تکلیف پہنچتی ہے تو سوال پیدا ہوتا ہے کہ دوسرے مسلمان ان کی کیا مدد کرینگے۔ لیکن جب ترک اور عرب اور ایران اور فارس سب ایک ہاتھ پر جمع ہو جائیں تو انہیں کہا جائیگا کہ الگ الگ مت رہو بلکہ اکٹھے ہو جاؤ۔ اور جب وہ اکٹھے ہو جائیں گے تو یہ سوال ہی پیدا نہیں ہوگا کہ عرب ایران کی مدد کرتا ہے یا نہیں یا افغانستان ترکوں کی مدد کرتا ہے یا نہیں۔ کیونکہ وہ سب ایک ہوں گے الگ الگ نہیں ہونگے پس

جو کچھ اسلام کہتا ہے

اس کا یہاں سوال نہیں بلکہ سوال یہ ہے کہ آجکل مسلمانوں کی جو کچھ حالت ہو گئی ہے اسمیں کیا ہونا چاہئے اور یہ ظاہر ہے کہ یہ غیر اسلامی حالت ہے۔ ہر قوم اپنے اپنے مفاد کے متعلق ایک پالیسی اختیار کر لیتی ہے۔ اور اس پالیسی کو وہ دوسرے کاموں پر ترجیح دیتی ہے۔ پس جہاں تک آزاد قوموں کا سوال ہے۔ جن کا گھر ہے وہ لازماً اپنے گھر کی حفاظت کو مقدم سمجھتی ہیں اور دوسروں کے گھروں کی حفاظت کو موخر قرار دیتی ہیں۔ اور جنکا اپنا کوئی گھر نہیں وہ ہر قوم سے ہمدردی ظاہر کرتے ہیں جیسے ہندوستانی۔ پس یہ کوئی نیا انکشاف نہیں جس پر ہندوؤں نے شور مچایا ہے مسلمان ایک عرصہ سے یہ تماشا دیکھتے چلے آرہے ہیں۔ اگر اس سے مسلمانوں کی کمزور حالت ثابت ہوتی ہے۔ تو یہ کمزور حالت آج ثابت نہیں ہو رہی۔ آج سے پچاس ساٹھ سال پہلے بھی یہی حالت تھی۔ اور اگر اس سے کچھ بھی ظاہر نہیں ہوتا تو پھر اس پر

رنج کا کونسا مقام

ہے۔ ہاں ایک بات ہے جو اہمیت رکھتی ہے۔ اور اگر وہ سچ ہو تو واقعہ میں افسوسناک ہے اور وہ یہ کہ ایک سوال وفد سے یہ بھی کیا گیا کہ کیا آپ روزانہ نماز ادا کرتے ہیں۔ کہا جاتا ہے کہ اسکا جواب انہوں نے یہ دیا کہ

سفر میں نماز

کیا پڑھنی ہے۔ یہ جواب بتاتا ہے کہ اگر یہ بات سچی ہے تو ترکوں کا وہ وفد جو ہندوستان میں آیا ہے۔ اس کے دل میں اسلام کی تعلیم نے پوری طرح گھر نہیں کیا۔ ہم اس سے یہ نتیجہ نہیں نکال سکتے۔ کہ ساری ترکی قوم ایسی ہے۔ کیونکہ بہرحال یہ چند افراد کا جواب ہے۔ اور وہ اپنے فعل کے آپ ذمہ دار ہیں۔ لیکن اس میں بھی کوئی شبہ نہیں کہ وہ ترکوں کے منتخب نمائندے ہیں۔ پس بے شک

ان کا فعل ایک قوم کا فعل

قرار نہیں دیا جاسکتا۔ مگر چونکہ ترکوں نے انہیں اپنا نمائندہ منتخب کرکے بھیجا ہے۔ اسلئے یہ ضرور کہا جاسکتا ہے کہ ترکوں کی طرف سے جو نمائندے چن کر بھیجے گئے ہیں۔ ان کے دلوں میں نماز کی جو اسلام کے ارکان میں سے ایک بہت بڑا رکن ہے۔ کوئی عظمت نہیں۔ پس یہ سوال ہے جو درحقیقت اہمیت رکھتا ہے مگر میرے نزدیک اس میں بھی

ہندوؤں کے لئے خوشی ہونے کی

کوئی وجہ نہیں۔ میں نے خود ایک دفعہ ایک ہندو اخبار میں یہ لکھا ہوا دیکھا تھا کہ ہمارے ہاں سندھیا (یعنی صبح کی عبادت) کا جو طریق رائج ہے۔ اس کا ہم میں سے ایک بھی پابند نہیں ہے۔ جس قوم کی دینی یہ حالت ہو اور جس قوم کا ایک فرد بھی عبادت کا پابند نہ ہو۔ اُسے اس بات پر کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ دو کروڑ ترکوں میں سے چھ ترک ایسے ہیں۔ جو سفر کی حالت میں نماز نہیں پڑھتے۔ جس قوم کے بیس کروڑ افراد میں سے ایک فرد بھی اپنے مذہب کی بتائی ہوئی عبادت کو نہیں بجالاتا۔ اسے اس بات کی کیا خوشی ہوسکتی ہے کہ دو کروڑ میں سے چھ شخص ایسے ہیں جو نماز نہیں پڑھتے مگر یہ اعتراض بھی تب ہوتا۔ جب یہ تسلیم کیا جاتا۔ کہ اسلام اپنی عملی صورت میں اسوقت دنیا میں موجود ہے۔ مگر

جہانتک غیر احمدیوں کا سوال

ہے۔ وہ بھی یہ نہیں کہتے۔ کہ اسلام اپنی اصل شکل میں دنیا میں موجود ہے۔ اور احمدیوں کا تو سوال ہی نہیں۔ ہمارے تو دعوےٰ کی بنیاد ہی اس بات پر ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کو اللہ تعالیٰ نے اس لئے دنیا میں بھیجا ہے تاکہ آپ

اسلام کو اس کی اصل شکل و صورت میں

پھر قائم کریں۔ پس اگر ترکوں نے یہ کہا کہ سفر میں نماز کیا پڑھنی ہے تو اسکے معنے صرف اتنے ہیں کہ انہوں نے اپنے اس جواب سے ایک اور تصدیق اس امر کی بہم پہنچادی۔ کہ اللہ تعالیٰ کی طرف سے دنیا کی اصلاح کے لئے ضرور کوئی مامور مبعوث ہونا چاہیئے۔ کیونکہ آج خود مسلمانوں کی یہ حالت ہورہی ہے کہ وہ اسلامی تعلیم پر عمل کرنا ضروری نہیں سمجھتے۔ پس مسلمانوں کو

اس جواب پر پریشان ہونے اور گھبرانے

کی ضرورت نہیں۔ وہ اپنے گریبانوں میں منہ ڈالیں۔ اور سوچیں کہ کیا اب بھی وہ وقت نہیں آیا۔ کہ ان کی نگاہیں خدا تعالیٰ کی طرف اٹھیں اور اُسے پکار کر کہیں کہ الٰہی ہماری حالت کہاں سے کہاں پہنچ گئی۔ ہم تیرے رحم کے طالب اور تیرے فضل کے خواستگار ہیں۔ تو آپ ہمارے دلوں پر روشنی نازل فرما۔ اور ہمیں اپنے نور سے منور کر۔ اگر اللہ تعالےٰ کے حضور وہ اس طرح

مضطربانہ رنگ میں دعائیں

کریں۔ تو اللہ تعالےٰ ان کی ہدایت کے سامان پیدا کردیگا۔ کیونکہ واقعہ یہی ہے کہ اللہ تعالیٰ نے روشنی تو پیدا کردی ہے۔ مگر وہ تاریک کونوں میں چھپے بیٹھے ہیں۔ اور اس نور سے کوئی فائدہ حاصل نہیں کرتے۔ ایک سو سال سے زیادہ عرصہ گذرا کہ اسلام کے نام لیوا دنیا کی نگاہوں میں ذلیل ہوگئے تھے۔ اور تمام مسلمان خواہ وہ بڑے ہوں یا چھوٹے۔ عالم ہوں یا جاہل۔ مہذب ہوں یا غیر مہذب تعلیم یافتہ ہوں یا غیر تعلیم یافتہ۔ سیاسی ہوں یا غیر سیاسی مشرقی ہوں یا مغربی کسی ملک اور کسی علاقہ میں بستے ہوں ان کے دلوں میں اسلام کی تعلیم کی کوئی عظمت باقی نہیں رہی تھی۔ چنانچہ

آج سے پچاس سال پہلے

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے یہ تمام نقشہ کھینچ کر دکھا دیا تھا۔ ترکی وفد نے کونسی نئی بات بتائی ہے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے فرمایا تھا۔ ع

ہر کسے در کارِ خود بادینِ احمدؐ کار نیست

ہر شخص کو اپنے اپنے کام سے تعلق ہے۔ مگر رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے دین سے کسی کو کوئی واسطہ نہیں اسی طرح آپؑ نے فرمایا تھا۔ ع

بیکسے شد دینِ احمدؐ ہیچ خویش و یار نیست

دینِ اسلام بیکس ہوگیا ہے اور کوئی اس کا دوست مددگار نہیں رہا۔ یہ وہ چیز ہے جسے سلسلہ احمدیہ پچاس سال سے پیش کررہا ہے۔ اور ہم تسلیم کرچکے ہیں کہ آج مسلمانوں کی یہی حالت ہورہی ہے۔ پھر اس کو اسلام کی ایک نئی شکست کیونکر قرار دیا جاسکتا ہے۔ یہ بیماری تو وہ ہے جس کا اعلان آج سے پچاس سال پہلے بلکہ اس سے بھی پہلے حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے کردیا تھا پس یہ کوئی نئی بیماری نہیں۔ جو ہمارے سامنے پیش کی جائے۔ دشمنانِ اسلام کو جو کچھ دیکھنا چاہیئے۔ وہ یہ ہے کہ کیا اس بیماری کے علاج کا کوئی شفاخانہ دنیا میں قائم ہوچکا ہے یا نہیں۔ اگر دنیا میں

اس بیماری کے علاج کا شفاخانہ

قائم ہوچکا ہے۔ تو پھر اس میں ان کے لئے خوشی کا کونسا موقع ہے۔ آج دوبارہ اسلام کی ترقی کے سامان خدا تعالیٰ نے پیدا کردئے ہیں۔ اور دوبارہ اسلام کی بنیادوں کی تعمیر کے لئے قادیان میں اس نے اپنا ایک انجینئر بھیجدیا ہے۔ اس انجینئر نے اسلامی بنیادوں کو مضبوط کرکے اسپر

اسلام کے رفیع الشان محل کی عمارت

کو کھڑا کرنا شروع کردیا ہے۔ پس اگر کوئی دشمنِ اسلام اسلام کی اس گرتی ہوئی بنیاد کو دیکھ رہا ہے تو وہ ان اٹھتی ہوئی بنیادوں کو بھی دیکھے جس کے عظیم الشان محل میں دنیا کی تمام پاکیزہ رُوحوں کو لاکر اکٹھا کردیا جائیگا۔ اُن کو وہ چھ شکست خوردہ ذہنیت کے مالک مسلمان نظر آتے ہیں۔ مگر وہ یہ نہیں دیکھتے کہ اُن کے گھروں کے سامنے خدا تعالیٰ کی یہ آواز بلند کی جارہی ہے۔ کہ "میں تیری تبلیغ کو زمین کے کناروں تک پہنچاؤں گا"۔ کیا یہ آواز اُن کے کانوں میں نہیں آتی۔ وہ محل جسکی دیواریں ایک طرف گر رہی ہوں۔ اور دوسری طرف اُسکی نئی اور مضبوط دیواریں کھڑی کیجارہی ہوں۔ اس محل کی دیواریں گرنے پر کسی دشمن کو کیا خوشی ہوسکتی ہے۔ اگر ایک طرف اسلام کی کوئی دیوار گر رہی ہے تو دوسری طرف اس کی

نئی اور مضبوط دیواریں

خدا تعالیٰ کے فضل سے کھڑی کی جارہی ہیں۔ پس دشمن کے لئے خوشی کا کوئی موقع نہیں۔ بیشک یہ ایک کمزوری ہے۔ اور ہم اس کمزوری کو تسلیم کرتے ہیں۔ مگر ہمارے لئے یہ کمزوری کوئی نئی چیز نہیں۔ آج سے تیرہ سو سال پہلے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس کی خبر دے دی تھی۔ اور آپ بتا چکے تھے۔ کہ ایک زمانہ میں مسلمانوں کی کیا حالت ہوجائے گی۔ مجھے اس وقت

ایک مرحوم دوست کا واقعہ

یاد آگیا۔ میں ایک دفعہ دہلی میں گیا ہوا تھا۔ میری مرحومہ بیوی سارہ بیگم اور میری لڑکی عزیزہ ناصرہ بیگم نے امتحان پاس کیا تھا۔ اور میں نے ان سے وعدہ کیا تھا۔ کہ امتحان پاس کرنے کے بعد میں تمہیں آگرہ اور دہلی وغیرہ کی سیر کراؤں گا۔ میں انہیں دہلی کا قلعہ دکھانے لے گیا۔ جب سیر کرتے کرتے ہم قلعہ کی مسجد کے پاس پہنچے۔ تو میں نے اپنی بیوی اور بچی سے کہا۔ کہ اب تو یہ قلعہ فوج کے قبضہ میں ہے۔ نہ معلوم یہاں خدا تعالیٰ کا ذکر کبھی کسی نے کیا ہے یا نہیں۔

آؤ ہم یہاں نماز پڑھ لیں

چنانچہ ہم نے وہاں پانی منگوایا۔ وضو کیا۔ اور نماز پڑھی۔ میری بیوی اور بچی تو جلدی نماز سے فارغ ہوگئیں۔ مگر میں بہت دیر تک نماز میں مشغول رہا۔ اور دعائیں کرتا رہا۔ جب نماز سے فارغ ہوا۔ تو میں نے دیکھا۔ کہ دو اور عورتیں میری بیوی اور بچی سے باتیں کررہی ہیں۔ میں ایک طرف ہوگیا۔ اس کے بعد میری بیوی میرے پاس آئی۔ اور اس نے بتایا کہ یہ سرحد کی طرف کی عورتیں ہیں۔ ان میں سے ایک کا باپ اور چچا بھی ساتھ ہی ہیں۔ اور لڑکی دریافت کرتی ہے کہ میرا باپ اور چچا آپ سے ملنا چاہتے ہیں۔ کیا آپ ان سے مل سکتے ہیں۔ میں نے کہا۔ مجھے ان سے ملنے میں کوئی روک نہیں۔ تم ذرا پیچھے ہٹ جاؤ۔ میں ٹہلتے ٹہلتے آگے چلا جاتا ہوں۔ اور کچھ دور جاکر ان سے ملاقات کرلیتا ہوں۔ انہوں نے یہ بھی کہا۔ کہ لڑکی کہتی ہے ہم نے ابھی نوکر اپنے باپ اور چچا کی طرف بھجوایا ہے۔ اور وہ آپ سے ابھی ملنے کے لئے آتے ہیں۔ چنانچہ میں آگے چل پڑا۔ اور میری بیوی اور بچی دوسری مستورات کے ساتھ پیچھے رہیں۔ جب میں دیوانِ خاص یا کسی اور مقام کے قریب پہنچا۔ تو مجھے اپنے پیچھے سے آواز آئی۔ کہ السلام علیکم۔ میں نے مڑ کر دیکھا۔ تو دو آدمی کھڑے تھے۔ رسمی گفتگو کے بعد ان میں سے ایک نے کہا۔ کہ میری لڑکی نے کسی طرح آپ کی مستورات کو دیکھ لیا۔ اور گفتگو کے بعد جب اسے معلوم ہوا۔ کہ آپ قادیان سے آئے ہیں۔ تو اس نے مجھے کہلا کر بھیجا۔ کہ امام جماعت احمدیہ یہاں آئے ہوئے ہیں۔ آپ ان سے ضرور ملیں۔ اسی وجہ سے مجھے آپ سے ملنے کا خیال پیدا ہوا۔ میں نے کہا۔ لڑکی کو یہ خیال کس طرح پیدا ہوا۔ اور اس نے آپ کو یہ کس طرح تحریک کردی۔ کہ آپ مجھ سے ملیں۔ وہ کہنے لگے۔ میں چارسدہ کا ہوں۔ اور میرا بھائی احمدی ہے۔ اور میری بیٹی اس کے لڑکے سے بیاہی ہوئی ہے۔ اسی وجہ سے اس کو یہ تحریک پیدا ہوئی۔ کہ میں اپنے باپ سے کہوں۔ کہ وہ آپ سے ملاقات کرے۔ میں نے ان سے کہا۔ کہ چارسدہ میں خان محمد اکرم خاں صاحب ہمارے ایک احمدی ہیں۔ کہنے لگے وہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ اور میں انجینئر ہوں۔ فقیر محمد خاں میرا نام ہے۔ اور میں ... جارہا ہوں۔ میری بیوی اور بیٹی بھی میرے ساتھ ہی کچھ عرصہ وہاں ٹھیرنے کا ارادہ ہے۔ سیر کرنے کے بعد واپس آجائیں گے۔ ان کی طبیعت کچھ مذاقی تھی۔ باتوں میں ہنس کر کہنے لگے۔ کہ ہم نے

اپنے خاندان سے اٹھنی

آپ کو دے دی ہے۔ ہم دو بھائی ہیں۔ ... ماں کا ایک بیٹا محمد اکرم اور دوسری ماں کا ایک بیٹا ... یہ تو احمدی ہیں۔ مگر میں اور میرا دوسرا بھائی احمدی نہیں میں نے بھی انہیں مذاقیہ رنگ میں کہا۔ کہ ہمارا اس سے ... پرواضی نہیں ہوتا۔ ہم تو

پورا روپیہ لیکر راضی

ہوتے ہیں۔ کہنے لگے محمد اکرم نے مجھے بڑی تبلیغ کی ہے اور میں ان کا بڑا ادب بھی کیا کرتا ہوں۔ کیونکہ وہ میرے بڑے بھائی ہیں۔ مجھے ان سے محبت بھی بہت ہے۔ مگر اب تک تو مجھ پر اثر نہیں ہوا۔ اور میں تو اس بات کی ضرورت ہی نہیں سمجھتا۔ کہ اس سوال پر غور کروں۔ کہ دنیا کی اصلاح کے لئے کسی مامور کو آنا چاہیئے۔ یا نہیں۔ میں نے کہا۔ آخر بات کیا ہے۔ کہ آپ کی اس طرف توجہ پیدا نہیں ہوتی۔ کیا نبوت کا مسئلہ روک ہے۔ یا کفر و اسلام کے مسئلہ کی وجہ سے طبیعت میں اطمینان پیدا نہیں ہوتا۔ ان کا تعلق سر عبدالقیوم صاحب سے بھی تھا۔ کہنے لگے

نبوت کا مسئلہ

تو میری راہ میں کوئی روک نہیں۔ سر عبدالقیوم صاحب کی مجلس میں کئی دفعہ اس موضوع پر گفتگو ہوئی ہے۔ اور میں نے ہمیشہ یہی کہا ہے۔ کہ نبوت کا مسئلہ میرے رستہ میں حائل نہیں۔ اگر خدا تعالےٰ کی طرف سے آج دنیا کی اصلاح کے لئے کسی شخص کے آنے کی ضرورت ہو تو پھر نبی بھی آسکتا ہے۔ مگر میں تو اس بات کا قائل ہی نہیں۔ کہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے بعد کسی مصلح کی ضرورت ہے۔ میرے نزدیک آپؐ کے بعد کسی مامور کسی مصلح اور کسی مدعی کی حاجت نہیں۔ خیر یہ گفتگو ہوئی۔ اور اسکے بعد وہ چلے گئے۔ تین مہینے گذرے تھے۔ کہ

لنڈن سے مجھے ایک خط ملا

جسکی ابتداء ان الفاظ سے ہوتی تھی کہ آپکو یاد ہوگا۔ دو آدمی آپکو دلی کے قلعہ میں ملے تھے اور اُنھیں سے ایک نے آپ سے کہا تھا کہ ہم نے آپکو روپیہ میں سے اٹھنی دے دی ہے اور ایک اٹھنی ہمارے پاس ہے۔ وہ میں ہی تھا جس نے یہ الفاظ کہے تھے۔ لیکن آج میں لنڈن سے اس خط ذریعہ اس

...میں اشاعت کرتا ہوں۔ یہ وہی خیال ...

...جب تھے۔ اب فوت ہو چکے ہیں۔ اس
...نے لکھا۔ کہ میری احمدیت میں شمولیت
...درست ہوئی۔ جب میں ہندوستان سے
...تو میرے بھائی صاحب نے زبردستی
...دو تین کتابیں رکھ دیں۔ میں نے ان سے
...بوں کا کیا فائدہ ہے۔ میں وہاں سیر کرنے
...پڑھنے تو نہیں چلا۔ مگر انہوں نے مانا نہیں۔
...زبردستی ٹرنک میں رکھ دیں۔ جب
...میں یورپ کے ملکوں میں سے گذرا۔ اور
...طاقت ان کی قوت اور ان کی عظمت
...کھیا۔ تو

...دل پر مایوسی طاری

...اور میں نے کہا۔ کہ اب اسلام کی ترقی کی
...باقی نہیں۔ اور کوئی ایسا شاندار مستقبل
...اسلام کے متعلق توقع کی جا سکے۔ انہوں
...دل پر یہ حالات دیکھ کر اس قدر مایوسی
...میں گھبرا گیا۔ اور میں نے یقین کر لیا۔ کہ

...لئے دنیا میں کوئی ٹھکانا

...ہندوستان میں بیٹھے ہوئے تو ہم خیالی
...رہتے اور اپنی ترقی کی خوابیں دیکھتے رہتے
...ہاں جو کیفیت دکھائی دے رہی ہے۔ اس
...اسلام اور مسلمانوں کے لئے سوائے موت
...کے اور کچھ نہیں ... گھبراہٹ کی حالت میں
...نے آپ کی ایک کتاب نکالی۔ اور اسے
...شروع کر دیا۔

...دعوۃ الامیر" یا "احمدیت"

...وں میں سے کوئی ایک کتاب تھی۔ جس کا اصول
...کیا۔ غالباً وہ دعوۃ الامیر ہی تھی۔) جب میں
...کتاب کو پڑھنا شروع کیا۔ تو اس میں مجھے اسی
...یہ بھی بحث ملی۔ کہ لوگ کہتے ہیں۔ اسلام کے
...کا وقت آ گیا۔ مگر وہ ایسا کیونکر کہہ سکتے ہیں۔
...اس تنزل کی تمام تفصیلات کی خبر آج سے
...سو سال پہلے رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم
...چکے ہیں۔ جس شخص نے آج سے تیرہ سو سال
...ان تمام واقعات کی خبر دے دی تھی۔ ان واقعات
...کو الہٰی اسکی شکست قرار دینا کس طرح صحیح
...ہے۔ اس سے تو یہ ثابت ہوتا ہے۔ کہ اس شخص
...تعالیٰ سے نہایت پاک تعلق تھا۔ کہ جو باتیں
...لمبے زمانہ کے بعد رونما ہونے والی تھیں۔ وہ اس
...روحانی آنکھ سے تیرہ سو سال پہلے دیکھ لیں۔
...اس سے یہ بھی ثابت ہوتا ہے۔ کہ جب اسکی یہ باتیں
...ہو گئیں۔ تو اسکی وہ باتیں بھی ضرور پوری ہو کر
...جو

اسلام کی ترقی کے متعلق

...زبان پر جاری ہوئیں۔ اور جن میں اس نے مسلمانوں

...جائے گا۔ اور پھر خدائے واحد کی پرستش کو
دنیا میں قائم رکھا جائے گا۔ انہوں نے لکھا۔ کہ میں
جوں جوں ان پیشگوئیوں کو پڑھتا جاتا تھا۔ میری
آنکھیں کھلتی جاتی تھیں۔ کہ عیسائیوں کی ترقی کا کیسا
صحیح نقشہ رسول کریم صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے
کھینچ کر رکھ دیا ہے۔ میں نے تو آج یورپ میں پھر کر
عیسائیوں کی حالت کو دیکھا۔ مگر محمد صلے اللہ علیہ و
آلہٖ وسلم آج سے

تیرہ سو سال پہلے رویا و کشوف کے ذریعہ

یہ تمام حالات دیکھ چکے تھے۔ اس کے بعد جب
میں نے یہ مضمون پڑھا۔ کہ کس طرح رسول کریم
صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے اس تنزل اور ادبار
کے بعد اسلام اور مسلمانوں کی ترقی کی خبر دی ہے۔
اور بتایا ہے۔ کہ کس طرح اسلام کا دوبارہ احیاء
ہوگا۔ تو میرا دل خوشی سے لبریز ہو گیا۔ اور میں نے
کہا۔ ہمارے لئے اپنے مستقبل سے مایوس ہونے
کی کوئی وجہ نہیں۔ یہ ہماری ہی سستی ہے۔ کہ ہم
اسی کھڑکی میں داخل نہیں ہوتے۔ جو اس آفتاب کی
روشنی کے لئے خدا تعالیٰ نے کھول رکھی ہے۔ چنانچہ
اس وقت کہ رات کے دو بجنے کے قریب ہیں۔
پیشتر اس کے کہ میں چارپائی پر لیٹوں۔ میں

اپنی بیعت کا خط

آپ کی طرف بھیج رہا ہوں۔ تو دشمن کے لئے خوشی
ہونے کا کوئی موقع نہیں۔ اسلام کی دیواریں اگر ایک
طرف گر رہی ہیں۔ تو ساتھ ہی

ایک نئی بنیاد اسلام کی ترقی کے لئے

اٹھائی جا رہی ہے۔ اگر دشمن یہ دیکھتا ہے۔ کہ محمد صلے اللہ
علیہ وآلہٖ وسلم کے قلعہ میں سے آپ کے نام کی طرف
منسوب ہونے والے چند شکست خوردہ لوگ ایک دروازہ
سے نکلتے ہوئے اپنے ہتھیار پھینک رہے ہیں۔ تو وہ آنکھیں
اٹھا کر دیکھے کہ دوسری طرف ایک اور قوم جسکی رگوں میں جوانی اور
امنگوں کا خون تیزی سے دورہ کر رہا ہے۔ فتح کے
جھنڈے اڑاتی ہوئی محمد صلے اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے
نام کو بلند کرنے اور اسکی حکومت کو دوبارہ قائم
کرنے کے لئے ایک دوسرے دروازہ سے محمدی
قلعہ میں داخل بھی ہو رہی ہے۔

قریب ہے۔ کہ ایک منافق جس نے دنیا سے محبت
کر کے اس حکم کو ٹال دیا ہے۔ وہ عذاب کے وقت
آہ مار کر کہے گا۔ کہ کاش میں تمام جائیداد منقولہ
اور کیا غیر منقولہ خدا کی راہ میں دے دیتا۔ اور اس
عذاب سے بچ جاتا۔"

پس خوش قسمت ہیں وہ احمدی جو وصیت کے حکم کی تعمیل
کر کے اپنے لئے جنت کے دروازے کھل جانے کا یقین حاصل کر لیں۔

وصیت کی اہمیت

وصیت اور مقبرہ بہشتی کے متعلق ایک پہلو تو
رحمت کا ہے۔ اور دوسرا ابتلا کا ہے۔ اس کے رحمت
کے پہلو کے متعلق حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے
الوصیت میں تحریر فرمایا ہے:۔

"اس قبرستان کے لئے بڑی بھاری بشارتیں مجھے
ملی ہیں۔ اور نہ صرف خدا نے یہ فرمایا۔ کہ یہ مقبرہ
بہشتی ہے۔ بلکہ یہ بھی فرمایا کہ انزل فیھا کل
رحمۃ۔ یعنی ہر ایک قسم کی رحمت اس قبرستان
میں اتاری گئی ہے۔ اور کسی قسم کی رحمت نہیں جو
اس قبرستان والوں کو اس سے حصہ نہیں۔"

نیز تحریر فرمایا ہے:۔

"کوئی نادان اس قبرستان اور اس کے انتظام
کو بدعت میں داخل نہ سمجھے۔ کیونکہ یہ انتظام حسب
وحی الٰہی ہے۔ انسان کا اس میں دخل نہیں۔ اور
کوئی یہ خیال نہ کرے۔ کہ صرف اس قبرستان میں
داخل ہونے سے کوئی بہشتی کیونکر ہو سکتا ہے۔
کیونکہ یہ مطلب نہیں ہے۔ کہ یہ زمین کسی کو
بہشتی کر دیگی۔ بلکہ خدا کے کلام کا یہ مطلب
ہے۔ کہ صرف بہشتی ہی اس میں دفن کیا جائے گا۔"

ان ہر دو اقتباسات سے ظاہر ہے۔ کہ
مقبرہ بہشتی کا نام حضرت مسیح موعود علیہ السلام
نے از خود نہیں رکھا۔ بلکہ خود خدا تعالیٰ نے اسے
مقبرہ بہشتی قرار دیا ہے۔ اور اس میں ہر قسم کی
رحمت نازل کرنے کا وعدہ فرمایا ہے۔ موصی کے
لئے یہ بات کتنی اطمینان بخش اور راحت افزا
ہے۔ کہ اسی دنیا میں اسے اپنے جنتی ہونے کا
یقین حاصل ہو جاتا ہے۔ گویا اسے اپنے یقیناً
جنتی ہونے کے متعلق وحی الٰہی کی ایک آسمانی
سند مل جاتی ہے۔ جس میں داخل ہونے والا
کسی رحمت سے محروم نہ رہے گا۔

جب ہم محسوس کرتے ہیں۔ کہ ایک دنیادار انسان
کو اگر یہ یقینی وعدہ مل جائے۔ کہ تم بادشاہ
بنا دیئے جاؤ گے۔ یا کسی موجد کو یقینی علم حاصل
ہو جائے۔ کہ میں اپنی ایجاد میں کامیاب ہو کر
جنتی انسان بن جاؤں گا۔ یا ایک طالب علم
کو پتہ لگ جائے۔ کہ فلاں کتاب کے حفظ کر لینے
سے میں یقیناً امتحان میں کامیاب ہو جاؤں گا۔ تو
اس کا دل اطمینان اور خوشی سے لبریز ہو جائیگا۔
تو یہ کیسے خیال کیا جا سکتا ہے۔ کہ ایک سچا
احمدی دنیا میں یہ معلوم کر کے کہ ایک حقیر اور
ادنیٰ قربانی کرنے سے میں جنت کا وارث ہو
سکتا ہوں۔ جس میں مجھے خدا کے ظل عاطفت
میں ابدی زندگی مل جائے گی۔ اور میں خدا کی
رحمت کی چادر میں لپٹا رہوں گا۔ تو اس قربانی
سے دریغ کرے۔

وصیت کا دوسرا پہلو جو ابتلائی ہے۔ اسکے متعلق حضرت
مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام فرماتے ہیں:۔
"یہ امتحان وصیت کرنے کا امتحان تو کچھ بھی چیز نہیں۔
صحابہ کا امتحان جانوں کے مطالبہ پر کیا گیا۔ اور انہوں نے
اپنے سر خدا کی راہ میں دے دیئے۔ پھر ایسا گمان کہ کیوں یونہی عام
اجازت ہر ایک کو نہ دی جائے کہ وہ اس قبرستان میں دفن
کیا جائے کس قدر دور از حقیقت ہے۔ اگر یہی روا ہوتا تو
خدا تعالیٰ نے ہر ایک زمانہ میں امتحان کی کیوں بنا ڈالی۔ وہ
ہر ایک زمانہ میں چاہتا رہا ہے کہ خبیث اور طیب میں فرق
کر کے دکھلاوے اسلئے اسنے اب بھی ایسا ہی کیا۔
خدا تعالیٰ نے آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے زمانہ میں
بعض خفیف خفیف امتحان بھی رکھے ہوئے تھے۔ جیسا کہ
یہ بھی دستور تھا کہ کوئی شخص آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم سے
کسی قسم کا مشورہ نہ لے جبتک کہ پہلے نذرانہ داخل نہ کرے۔
پس اسمیں بھی منافقوں کے لئے ابتلا تھا۔ ہم خود محسوس
کرتے ہیں کہ اسوقت کے امتحان سے بھی اعلیٰ درجہ کے مخلص
جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم کیا ہے۔ دوسرے
لوگوں سے ممتاز ہو جائینگے۔ اور ثابت ہو جائیگا کہ بیعت کا
اقرار انہوں نے سچا کر کے دکھلا دیا ہے اور اپنا صدق ظاہر
کر دیا ہے۔ بیشک یہ انتظام منافقوں پر بہت گراں گزریگا
اور انکی پردہ دری ہو گی۔ اور بعد موت کے وہ مرد ہوں یا عورت
اس قبرستان میں ہرگز دفن نہ ہو سکینگے۔ لیکن ... جزاہم
اللہ مرضاً لیکن اس کام میں سبقت دکھلانے والے راستبازوں
میں شمار کئے جائینگے۔ اور ابد تک خدا تعالیٰ کی ان پر رحمتیں ہونگی۔"

حضرت مسیح موعود علیہ السلام کی اس تحریر سے یہ ظاہر
ہے کہ وصیت اور بہشتی مقبرہ کی بنیاد خدا تعالیٰ کی طرف سے
قرآن مجید کی آیت الم احسب الناس ان یترکوا ان یقولوا
آمنا وھم لا یفتنون کی بناء پر رکھی گئی ہے۔ اور وصیت
کی تحریک خدا کی طرف سے اسلئے کی گئی ہے تاکہ کامل الایمان اور
ناقص الایمان یا منافقین میں تمحیص کی جائے اور خبیث اور
طیب کے درمیان فرق کر کے دکھلا دیا جائے۔ وصیت کے ذریعہ
اعلیٰ درجہ کے مخلصین جنہوں نے درحقیقت دین کو دنیا پر مقدم
کیا ہے۔ ممتاز ہو جائیں۔ اور ظاہر ہو جائیں کہ انہوں نے
بیعت کا اقرار بذریعہ اس وصیت کے سچا کر کے دکھلا دیا
ہے۔ اور اپنا صدق ظاہر کر دیا ہے۔ وصیت کے متعلق
یہ امر مد نظر رہے۔ کہ اس کے متعلق حضرت مسیح موعود
علیہ السلام نے جماعت کو کوئی مشورہ نہیں دیا۔ بلکہ وصیت
کرنے کو اپنا حکم قرار دیا ہے۔ حضور الوصیت میں فرماتے ہیں:
"بالآخر یہ بھی یاد رہے۔ کہ بلاؤں کے دن نزدیک آ رہے
ہیں۔ اور ایک سخت زلزلہ جو زمین کو تہ و بالا کر دیگا۔ قریب
ہے۔ پس وہ جو معاینہ عذاب سے پہلے اپنا تارک الدنیا ہونا
ثابت کر دیں گے۔ اور نیز یہ بھی ثابت کر دیں گے۔ کہ
انہوں نے میرے حکم کی تعمیل کی۔ خدا کے نزدیک حقیقی
مومن وہی ہیں۔ اور اس کے دفتر میں سابقین اولین
لکھے جائیں گے۔ اور میں سچ سچ کہتا ہوں۔ کہ وہ زمانہ"

۱۴ چودہ مارچ کو ہر جگہ جلسہ ہائے سیرۃ النبی پوری شان و شوکت سے منائے جائیں

مجلس مشاورت ۱۹۴۳ء اور تدریجی بجٹ

جیسا کہ اخبار الفضل مجریہ ۲ تبوک ۱۳۲۱ ہش میں عہدیداران جماعتہائے احمدیہ کی اطلاع کے لئے اعلان کیا جا چکا ہے۔ ۱۹۴۳ء کی مجلس مشاورت میں پھر ان جماعتوں کے نام پڑھ کر سنائے جائیں گے۔ جن کے لازمی چندوں (یعنی چندہ عام۔ حصہ آمد و چندہ جلسہ سالانہ) کا تدریجی بجٹ پورا نہ ہوا ہوگا۔ لہذا عہدیداران کی خدمت میں التماس ہے۔ کہ اب جبکہ مالی سال رواں کی تیسری سہ ماہی گذر چکی ہے۔ اور صرف تین ماہ کا عرصہ باقی رہ گیا ہے۔ پوری جد و جہد سے اپنی اپنی جماعت کے بقایا دار احباب سے ان کے واجب الادا بقایا جات وصول کرنے کی کوشش کریں۔ اور مارچ ۱۹۴۳ء کے آخر تک گیارہ ماہ کا تدریجی بجٹ پورا کر دیں۔

(ناظر بیت المال)

تقرر امیر جماعت احمدیہ کیمبل پور

شیخ جان محمد صاحب امیر جماعت احمدیہ کیمبل پور چونکہ بوجہ خرابی صحت کچھ عرصہ کے لئے کیمل پور سے باہر جانا چاہتے ہیں۔ اسلئے حضرت امیر المؤمنین ایدہ اللہ بنصرہ العزیز نے ان کی رخصت منظور کرتے ہوئے پیر فیض احمد صاحب ہیڈ کلرک محکمہ تعلیم کو قائم مقام امیر مقرر فرمایا ہے۔

(ناظر اعلیٰ)

الفضل کے وی پی یکم مارچ کو ارسال کر دیئے جائیں گے احباب سے درخواست ہے کہ وصول فرما کر ممنون فرماویں

چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب کی تقریر

لنڈن ۵ار فروری۔ مولوی جلال الدین صاحب شمس نے حسب ذیل تار بنام الفضل ارسال کی ہے۔ ایسٹ انڈیا ایسوسی ایشن کی طرف سے بمبئی کے نامزد گورنر اور نامزد چیف جسٹس آف انڈیا مسٹر سپنس کے اعزاز میں ایک پارٹی دی گئی۔ جس میں آنریبل مسٹر ایمری سکرٹری آف سٹیٹ فار انڈیا اور آنریبل چودھری سر محمد ظفر اللہ خان صاحب نے تقریر فرمائی۔ جناب چودھری صاحب نے اپنی تقریر میں فیڈرل کورٹ کی اہمیت بیان فرماتے ہوئے اس کے دائرہ عمل کی تشریح فرمائی۔ مسٹر اور مسز سپنس نے مقررین کا شکریہ ادا کیا۔

تحریک جدید کے امانت فنڈ کے متعلق حضور ایدہ اللہ تعالیٰ کا ارشاد

حضرت امیر المومنین ایدہ اللہ تعالیٰ فرماتے ہیں (۱) "مومن کو چاہیئے۔ کہ خدا تعالیٰ کے دین کی خاطر قربانی کر سکنے کی نیت سے کچھ نہ کچھ پس انداز کرتا رہے۔ اگر وہ خدا تعالیٰ کے لئے جائداد بڑھاتا ہے۔ تو وہ دنیا دار نہیں کہلا سکتا۔ جو شخص دن میں چھ کی بجائے دس گھنٹے کام کرتا ہے کہ دین کی خدمت زیادہ کر سکے۔ اسے دنیا دار کون کہہ سکتا ہے۔ وہ تو بڑا دیندار ہے۔ اسی طرح جو دین کی خاطر روپیہ جمع کرتا ہے۔ اسے تم بخیل نہیں کہہ سکتے۔ جو شخص آواز آنے پر اپنا مال حاضر نہیں کرتا۔ وہ بیشک دنیا دار کہلا سکتا ہے۔ لیکن جو شخص امانت فنڈ تحریک جدید میں اسلئے جمع کراتا ہے کہ اس عرصہ میں نیت کا ثواب حاصل کرتا رہے۔ اور جائداد پیدا ہو جانے یا روپیہ جمع ہو جانے کے بعد خدمت دین میں زیادہ حصہ لینے کے قابل ہو سکے۔ وہ دنیا دار نہیں۔ اسلئے جو شخص ایک روپیہ تک بھی حصہ لے سکتا ہے اُسے ضرور لینا چاہیئے"۔

تحریک جدید کے امانت فنڈ میں اب کوئی پابندی نہیں۔ جمع شدہ روپیہ حسب منشاء جب چاہیں لے سکتے ہیں۔ دوہرا ثواب بھی ہے۔ اس لئے ہر دوست کو تحریک جدید کے امانت فنڈ میں باقاعدہ روپیہ جمع کرنا چاہیئے۔

سابقون اولون میں شامل ہونے کی تاریخ

(۲) تحریک جدید کے جہاد میں حصہ لینے والے کئی احباب نے دریافت کیا ہے کہ سابقون اولون میں شامل ہونے کے لئے کونسی تاریخ ہے۔ "اخبار الفضل" میں اعلان ہو چکا ہے کہ ۱۴ر مارچ سابقون اولون میں شامل ہونے کی تاریخ ہے۔ مگر اکثر احباب اخبار کے خریدار نہیں۔ حالانکہ چاہیئے۔ کہ اخبار الفضل کا خطبہ نمبر کم سے کم ہر احمدی خریدے۔ میں نے احباب کو سابقون اولون میں آنے کی تاریخ (۱۴ر مارچ) کی اطلاع ایک چٹھی کے ذریعہ کر دی ہے۔ پھر بھی عہدہ داران کو چاہیئے۔ کہ مغرب۔ عشاء اور فجر کی نمازوں میں اس بات کا اعلان کر دیں کہ جو دوست اپنا وعدہ ۱۴ر مارچ تک مرکز میں داخل کر دیں گے۔ وہ سابقون اولون کی صف اول کا ثواب لینے والے ہوں گے۔ (فنانشل سکرٹری تحریک جدید)

جماعت احمدیہ گھوڑیواہ کا سالانہ تبلیغی جلسہ

مورخہ ۱۵ر فروری کو جماعت احمدیہ گھوڑیواہ کا سالانہ تبلیغی جلسہ ۱۱½ بجے سے ۲ بجے تک زیر صدارت جناب مولوی عبدالمغنی خانصاحب ناظر دعوۃ و تبلیغ منعقد ہوا۔ جس میں مدرسہ احمدیہ اور جامعہ احمدیہ کے طلباء نے صداقت مسیح موعودؑ اور وفات مسیح ناصریؑ اور ختم نبوت وغیرہ مضامین پر تقاریر کیں۔ ۲ بجے سے ۵ بجے شام تک صدارت کے فرائض حضرت میر محمد اسحاق صاحب نے سر انجام دیئے۔ مولوی ابوالعطاء صاحب نے ختم نبوت پر ...

... کی رونق کو دوبالا کیا۔ خاکسار ولی محمد نائب نگران اعلیٰ مقامی تبلیغ

ہندوستان اور ممالک غیر کی خبریں

بمبئی ۲۶ر فروری۔ حکومت بمبئی نے اعلان کیا ہے۔ کہ گاندھی جی کی حالت میں کوئی خاص تبدیلی نہیں ہوئی۔ وہ بشاش نظر آتے ہیں۔

لنڈن ۲۶ر فروری۔ برطانی طیاروں نے کل رات جنوب مغربی جرمنی میں نیوہمبرگ پر حملہ کیا اور دشمن کو سخت نقصان پہنچایا۔ ۹ جہاز واپس نہیں آسکے۔

قاہرہ ۲۶ر فروری۔ امریکن فوجوں نے سنٹرل ٹیونیشیا میں قیصرین کے درہ پر قبضہ کر لیا ہے۔ دشمن پیچھے ہٹتے ہوئے سرنگیں بچھا گیا تھا۔ جسے برطانی انجینئر صاف کر رہے ہیں۔ برطانی فوجوں نے قیصرین کے دو حصے پر بھی قبضہ کر لیا ہے۔ اس قبضہ میں ایک بھی گولی نہیں چلانی پڑی۔ تکافس کے رقبہ سے بھی دشمن اپنی بڑی فوج کو نکال رہا ہے۔ جرمنوں نے مان لیا ہے کہ قیصرین کا درہ ان کے ہاتھ سے نکل گیا ہے۔ معلوم ہوتا ہے کہ دشمن نے قیصرین کے گاؤں کو بھی خالی کر دیا ہے۔

دہلی ۲۶ر فروری۔ اعلان کیا گیا ہے کہ کل شمال مشرقی آسام میں جاپانی طیاروں نے ایک امریکن ٹھکانے پر جو حملہ کیا تھا۔ اس میں ۲۶ طیاروں نے حصہ لیا تھا۔ انہیں سے دشمن کے چھ بمبار اور تین شکاری جہاز تو یقیناً برباد ہو گئے اور بہت سوں کو نقصان پہنچا۔ لڑائی کے بعد صرف نو جاپانی طیارے واپس جاتے دیکھے گئے۔

دہلی ۲۶ر فروری۔ انڈین کمانڈ کے اعلان میں بتایا گیا ہے کہ برطانی طیاروں نے برما میں ضلع اکیاب کے گاؤں میوہوم پر زبردست حملہ کیا۔ کئی جگہ زبردست آگ بھڑک اٹھی منتسا کی گھاٹی میں بھی دشمن کے ٹھکانوں پر حملے کئے گئے۔ دیکھ بھال کرنیوالے طیاروں نے ریلوں اور کشتیوں پر مشین گنوں سے گولیاں چلائیں۔

واشنگٹن ۲۶ر فروری۔ امریکن بحری محکمہ کے ایک اعلان میں ۹ مزید تجارتی جہازوں کے پانی میں اتارے جانے کی خبر دی گئی ہے۔ اس سال میں اب تک کل ۱۸۵ جہاز پانی میں اتارے گئے ہیں۔ ہوائی جہازوں کی تیاری کے محکمہ کی طرف سے اعلان کیا گیا ہے کہ دسمبر تک طیاروں کی پیداوار موجودہ سے دوگنی ہو جائے گی۔

سڈنی ۲۶ر فروری۔ اعلان کیا گیا ہے کہ جنرل میکارتھر کے طیارے گذشتہ چار راتوں سے مسلسل کل ربا ؤل پر حملے کر رہے ہیں۔ ایک جہاز پر چار بم لگے اور وہ غالباً ڈوب گیا ہوگا۔ ہوائی اڈہ پر بھی حملہ کیا گیا۔ ایک اعلان میں بتایا گیا ہے کہ تیرہ جاپانی جہازوں پر جن میں پانچ جنگی جہاز بھی تھے حملہ کیا گیا اور انہیں ڈبویا یا نقصان پہنچایا گیا۔

لاہور ۲۶ر فروری۔ پنجاب گورنمنٹ نے اعلان کیا ہے کہ یکم مارچ ۱۹۴۳ء سے ہر شخص جس کے قبضہ میں پانچ بوری یا اس سے زیادہ گندم ہو۔ اس امر کا پابند ہوگا۔ کہ ہر ماہ کی یکم اور ۱۶ تاریخ کو اپنے سٹاک کی تفصیل سے افسران متعلقہ کو اطلاع دے۔ خلاف ورزی کی سزا تین سال تک قید یا جرمانہ ہو سکتی ہے۔

لنڈن ۲۵ر فروری۔ کل نازی پارٹی کا یوم پیدائش منایا گیا۔ اس موقعہ پر جرمن ریڈیو سے ہٹلر کا ایک فرمان پڑھ کر سنایا گیا۔ ہٹلر نے کہا۔ حالات کی مجبوری کی وجہ سے میں اب بھی مشرق میں ہوں۔ اور آپکے درمیان نہیں آسکتا۔ طاقت کے لحاظ سے جرمنی کے دشمنوں کا اشتراک کتنا ہی مضبوط کیوں نہ ہو۔ ہم نے ہمیشہ ہر حال میں ہتھیار نہ ڈالنے کے عزم کا اظہار کیا ہے۔ جب تک ہمارے دشمنوں کو ختم نہیں کر دیا جاتا۔ جدوجہد ختم نہیں کی جائیگی۔ یہ جنون آپ مجھ سے سیکھتا ہے۔ اور یقین جانئے۔ یہ جنون اب بھی اسی حرارت کے ساتھ میرے خون میں جوش پیدا کر رہا ہے۔ اور جب تک میں زندہ ہوں یہ ختم نہیں ہو سکتا۔ ہم دنیا کے یہودیوں کے اشتراک کو توڑ دیں گے۔ اور اسے کچل دینگے۔ مجھے یہ کہنے کا حق ہے کہ خدا نے مجھے یہ کام سر انجام دینے کے لئے منتخب کیا ہے۔

لنڈن ۲۶ر فروری۔ امریکن طیاروں نے برٹینی کے پاس (Rennes) کے مقام پر جرمن جنگی جہازوں کے تیل کے ذخائر میں آگ لگا دی۔ دشمن کا کوئی شکاری جہاز مقابل نہیں آیا۔ واپہم شادن کو بھی بمباری کا نشانہ بنایا گیا گودیوں پر بم لگے۔ شکاری جہاز مقابل آئے۔ مگر انہیں بہت نقصان پہنچا۔ سات امریکن طیارے بھی واپس نہیں آسکے۔ ڈنکرک پر تین بار حملہ کیا گیا۔ شہر بیوک کے ہوائی اڈہ کو بھی نشانہ بنایا گیا۔ ہالینڈ کے کنارے کے پاس دشمن کے چھوٹے چھوٹے جہازوں پر مشین گنوں سے گولیاں چلائی گئیں۔ ایک کو آگ لگ گئی کل انگلینڈ پر دشمن کے پانچ طیارے گرائے گئے۔

لنڈن ۲۴ر فروری۔ ہٹلر نے نازی پارٹی کی سالگرہ کے موقعہ پر مقبوضہ ممالک میں عام لام بندی کا جو اعلان کیا تھا۔ اس کے مطابق چیکو سلوواکیہ میں کارخانوں میں کام کرنے کے لئے عام بھرتی کا اعلان کر دیا گیا ہے۔

ماسکو ۲۶ر فروری۔ اوریل کے جنوب میں روسی فوجیں ایک دریا کو پار کر چکی ہیں۔ اب اس محاذ پر گھمسان کی جنگ ہونیوالی ہے۔ خارکوف کے شمال مغرب میں روسی فوجیں پولٹاوا کو ایک طرف چھوڑتی ہوئی آگے بڑھ رہی ہیں۔ ... کے مغرب میں بھی روسی دستے آگے بڑھ رہے ہیں۔

پونا ۲۶ر فروری۔ کل گاندھی جی کے ساتھ مسٹر راجگوپال اچاریہ نے ملاقات کی۔ اور ایک بیان میں کہا کہ آپ خوش ہیں۔ مجھے امید ہے۔ آپ برت پورا کر سکیں گے۔ مسٹر ایمے بھی ملاقات کیلئے یہاں ...